ممتاز احمد سالک ★

تصورِ خلافت اور معاشی زندگی

اسلام ایک اہم سیاسی تصور جو اسکے نظام معیشت کے مقاصد و مصالح کا تعین کرتا ہے اور مالک حقیقی کی طرف سے عطا کردہ ان لاتعداد مادی اشیاء سے انسانوں کے تعلق کی نوعیت، ان پر انہیں دئے گئے اختیارات کی حدود و قیود اور انہیں زیر تصرف لانے کے اصول و ضوابط کی نشاندہی کرتا ہے، وہ تصور خلافت ہے۔

امام راغب اصفہانی کے بقول "الخلافة" کے معنی دوسرے کا نائب بننے کے ہیں۔ خواہ وہ نیابت اسکی غیر حاضری کی وجہ سے ہو، یا موت کے سبب ہو، یا اسکے عجز کے سبب ہو، اور یا نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے ہو، اس آخری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالی نے انسانوں کو زمین میں خلافت بخشی ہے(۱) چنانچہ ارشاد فرمایا

وهوالذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما آتکم ان ربک سریع العقاب وانه لغفور رحیم (۲)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے اور بہت در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے"

مولانا مودودی نے اس آیت کی تشریح میں بجا طور پر لکھا ہے کہ اس میں تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ تمام انسان زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں، اس معنی میں کہ خدا نے اپنی مملوکات میں سے بہت سی چیزیں ان کی امانت میں دی ہیں اور ان پر تصرف کے اختیارات بخشے ہیں، دوسرے یہ کہ ان خلیفوں میں مراتب کا فرق بھی خدا ہی نے رکھا ہے، کسی کی امانت کا دائرہ وسیع ہے اور کسی کا محدود، کسی کو زیادہ چیزوں پر تصرف کے اختیارات دئے ہیں اور کسی کو کم چیزوں پر، کسی کو زیادہ قوت کار کردگی دی ہے اور کسی کو کم، اور بعض انسان بھی بعض انسانوں کی امانت ہیں، تیسرے یہ کہ یہ سب کچھ در اصل امتحان کا سامان ہے، پوری زندگی ایک امتحان گاہ ہے، اور جس کو جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے، اسی میں اس کا امتحان ہے، کہ اس نے کس طرح خدا کی امانت میں تصرف کیا، کہاں تک امانت کی ذمہ داری کو سمجھا اور اس کا حق ادا کیا، اور کس حد تک اپنی قابلیت یا نا قابلیت کا ثبوت دیا، اسی امتحان کے

★ اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

نتیجے پر زندگی کے دوسرے مرحلے میں انسان کے درجے کا تعین منحصر ہے۔(۳)

قصہ تخلیق آدم پر غور کریں تو یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک وسیع تر حکمت اور منصوبے کے تحت زمین پر بھیجا ہے نہ کہ سزا کے طور پر چنانچہ اس نے اسے تخلیق کرنے سے پہلے ہی فرشتوں کے سامنے اپنے ارادے کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا

انی جاعل فی الارض خلیفة(۴)

میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں

گویا اللہ تعالیٰ ابتدا ہی سے انسان کو زمین پر بھیجنے کا ارادہ رکھتا تھا، جنت میں اس کا ابتدائی قیام محض عارضی تھا۔ اسکی حسب ذیل حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں "واللہ اعلم بالصواب"

ایک یہ کہ انسان اس جنت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرے جو اس کیلئے بنائی گئی ہے۔ تاکہ یہی اسکی اصل منتہائے مقصود ٹھہرے اور دنیا کی نعمتوں کو مسافر کی طرح استعمال کرے، وہ انہیں حقیقی اور حتمی سمجھ کر ان کے پیچھے اسقدر نہ بھاگے، کہ ظلم، استحصال اور فساد تک برپا کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔

دوسرا یہ کہ جنت کی کشش اسے مالک حقیقی کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب دیتی رہے۔ جو اسے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

تیسرا یہ وہ جنت کی چیزوں کو بفراغت استعمال کر کے ان کی لذت سے آشنا ہو، اور دنیا کی اشیاء سے موازنہ کر کے انکی فوقیت کا بھی قائل ہو اور اشیائے خورد و نوش کے استعمال کا طریقہ و سلیقہ بھی سیکھ لے۔

چوتھا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا ایک درخت ممنوع قرار دیکر ایک طرف تو اسے آزمائش میں ڈالا اور دوسری طرف اسے اس بات کا احساس و شعور دلایا کہ تمام اشیاء سے اسکے تعلق کی بنیاد خدا کا حکم ہے۔ کسی چیز کی حلت و حرمت کا فیصلہ کرنا اور اسکے بارے میں اصول و ضوابط فراہم کرنا اسی کا کام ہے انسان اپنی ذاتی حیثیت میں کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس لئے اسے دنیا میں جا کر تمام اشیاء کو نائب کی حیثیت سے اصل مالک کے احکام کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔

پانچواں یہ کہ اسے اسکے ازلی و ابدی دشمن شیطان سے روشناس کرانا اور اسکی سازشوں اور چالوں سے باخبر کرنا تھا کہ وہ انسان کو کس طرح خواہشات نفسانی کی ترغیب دیکر اپنے جال میں پھانستا ہے، اور اسے دھوکہ دیکر اپنے رب کی نافرمانی پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ بات انسان کے ذہن نشین کی گئی کہ شیطان کی پیروی جس طرح ابتدا میں

اسے جنت سے محروم کردینے کا سبب بنی ہے اسی طرح آخر میں بھی مستقل محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو منصب خلافت پر فائز کر کے اسے بہت بڑا اعزاز بخشا ہے۔ وہ اسی وجہ سے اشرف المخلوقات بھی ہے اور مسجود ملائک بھی، اسے یہ فوقیت صرف اور صرف اللہ ہی کے فضل و عنایت سے ملی ہے اور اسی کے حکم سے ہر چیز اسکی خدمت گزاری میں لگی ہوئی ہے۔ اور اسے اپنی مادی ضروریات کی تکمیل کیلئے پاکیزہ چیزوں سے رزق کا سامان میسر ہے۔

ولقد كرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر ورزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی كثیر ممن خلقنا تفضیلا(۵)

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے اور اسے خشکی و تری میں سواریاں عطا کی ہیں اور انہی پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی ہے۔

یہ فضیلت تمام انسانوں کی بحیثیت انسان اور بحیثیت اولاد آدم حاصل ہے۔ اور اصولی طور پر تمام انسان ہی زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب و خلیفہ ہیں۔ اور اس بات کے پابند ہیں کہ زمین پر اسی کے احکام کی اتباع کریں۔ اور اسی کی رضا و منشا کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کو استوار کریں۔ لیکن بد قسمتی سے سارے لوگ نہ تو اپنے اس منصب کو پہچانتے ہیں اور نہ ہی اسکے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اس لئے انکی مختلف انواع و اقسام ہیں۔ پہلے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک اور رب و رازق ہونے اور اس سے اپنے اس تعلق نیابت کو پورے شعور اور صدق دل سے مانتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں تو ایسے لوگ "مومن" ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو اپنے تمام انفرادی واجتماعی معاملات میں اپنے مالک کی اطاعت وفرمانبرداری کا ثبوت فراہم کرتے ہیں وہ "مسلم" ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو اس تعلق اور ذمہ داری کو تو مانتے ہیں لیکن ان کا عملی رویہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ "فاسق" ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو زبان سے تو ایمان و اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انکے دل اس پر مطمئن نہیں ہوتے۔ وہ "منافق" ہیں۔ اور پھر ایک بہت بڑا گروہ ان لوگوں کا بھی ہے جو کائنات کے کسی خالق و مالک کو نہیں مانتا، اور اپنے آپ کو دنیا میں نائب کی بجائے مالک سمجھتا ہے اور جوابدہ کی بجائے خود مختار قرار دیتا ہے اسی کا نام "کافر" ہے۔ قرآن مجید میں ان تمام قسم کے لوگوں کی نشانیاں اور اوصاف کھول کھول کر بیان کردئے گئے ہیں۔ ہر آدمی قرآن پڑھکر دیکھ سکتا ہے کہ اس کا اپنا تذکرہ کہاں کہاں کیا جارہا ہے۔

" لقد انزلنا الیكم كتابا فیه ذكركم افلا تعقلون(۶)"

"لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو" اللہ تعالیٰ

نے انسان کو چونکہ مادی دنیا میں بھیجا ہے جہاں اسکے اوپر، نیچے اور چاروں طرف مختلف اشیاء بکھری ہوئی ہیں، جن کے علم اور استعمال ہی پر اسکی ضروریات کی تکمیل اور تعمیر و ترقی کا دار و مدار ہے اسلئے اسے پیدا کرنے کے بعد جو سب سے پہلی اور اہم چیز عطا کی وہ علم الاشیاء ہی تھا

وعلّم آدم الاسماء کلها(۷)

(اللہ نے) آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے

اشیاء کے نام دراصل ان کا علم ہی ہے کیونکہ انسان ان کے ناموں ہی سے ان سے متعلقہ علم کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہ علم دیگر تمام مخلوقات کے علم سے زیادہ اور جامع تھا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ارادہ عمل کی آزادی بھی عطا کی گئی تھی اسلئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔ یہ جھکنا تعظیم کے علاوہ اس مقصد کیلئے بھی تھا کہ اسے جس علاقے میں خلیفہ مقرر کیا جارہا ہے وہاں کے فرشتے اسکی طرف سے اختیارات کے صحیح یا غلط استعمال سے قطع نظر، مشیت خداوندی کے تحت اس کے ساتھ تعاون کریں۔ تاکہ وہ اپنے منصبی امور و معاملات کے بارے میں مالک کے سامنے خود ہی جوابدہ ہوں۔ اسی علم کی بنا پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اشیاء کا ادراک حاصل کر رہا ہے، انکے اندر چھپے ہوئے فوائد اور قوتوں اور توانائیوں کو دریافت کر رہا ہے، اور اپنے اجتہادی ذوق کی بدولت نت نئے طریقوں پر انہیں زیر استعمال لاکر اپنی اپنی خواہشات و ضروریات کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔ یہ سب چیزیں ... کائنات نے اسے ذاتی استحقاق و کاوش کے بغیر محض اپنے فضل و کرم سے اس کیلئے مسخر کردی ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وسخرلکم ما فی السموات و مافی الاض جمیعا منه. ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون(۸)

"اس نے اپنے پاس سے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں"

اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ چاہے تو حق نیابت ادا کرتے ہوئے انہیں اصل مالک کی فرمانبرداری اور اسکے احکام کے مطابق استعمال کرے اور چاہے تو سرکش و خود مختار بن کر اپنی خواہش و صوابدید کے مطابق استعمال کرے، چاہے تو انہیں اپنی اور پوری انسانیت کی تعمیر و ترقی کیلئے استعمال کرے اور چاہے تو ہلاکت و بربادی کیلئے۔

اسلام انسان کو بار بار اسکی اصلی حیثیت، یعنی خلیفہ و نائب ہونے کی حیثیت، یاد دلاتا ہے۔ اور یہ تلقین کرتا ہے کہ اپنے تمام اختیارات اور فکر و عمل کی آزادی کو پوری یکسوئی، دلجمعی اور خوشنودی سے مالک کے منشا کے مطابق

استعمال کرے کیونکہ اس میں اسکی اپنی بھی بھلائی ہے اور پورے معاشرے کی بھی، اس کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ کر اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے یا پھر اصل مالک کے سوا کسی اور کو مالک قرار دیکر اسکے احکام کی تعمیل میں لگ جائے، پہلا رویہ بغاوت کا ہے اور دوسرا شرک کا، انسان کی اپنے جسم وجان کی صلاحیتیں اور قوتیں ہوں یا اسکے اموال، کھیت، مکانات، کاروبار زمین یا دیگر بے شمار نعمتیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے پاس امانت ہیں۔ اس لئے اسے تصرفات کے صرف وہی حقوق و اختیارات حاصل ہیں جو مالک حقیقی نے عطا کئے ہیں یا جنہیں وہ تسلیم کرتا ہے۔ تمام اشیاء کے حصول، خرچ، استعمال، انتقال، تبادلہ اور پیدائش و افزائش میں اصل مالک کے بیان کردہ مقاصد کے تحت، بتائی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے، متعین کردہ طریق کار کے مطابق چلنے کا پابند ہے۔

سورۃ الحدید کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت، قدرت کبریائی اور ملکیت و بادشاہی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

آمنوا بالله ورسوله وانفقوا مماجعلكم مستخلفين فيه. فالذين آمنوا وانفقوا لهم اجر كبير(۹)

''ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر، اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور خرچ کریں گے ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت میں ایمان لانے سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صدق دل سے خالق و مالک تسلیم کرلیا جائے اور اموال کو امانت اور اپنے آپ کو نائب سمجھ کر ان راہوں پر اسے لگایا جائے۔ جن پر لگانے کا مالک نے حکم دیا ہے۔ یہ اسکی کرم نوازی کی انتہا ہے کہ اپنے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے پر بھی وہ اجر دیتا ہے۔

انسان کی خلافت کا اسلامی تصور معاشروں میں ہر طرح کی طبقاتی تقسیم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا تقاضا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں اور ذرائع و وسائل کسی خاص خاندان، گروہ اور طبقے کیلئے مختص نہیں کئے بلکہ تمام انسانوں کے سپرد کئے ہیں۔ اسلئے تمام انسانوں کو اپنی اپنی اہلیت، صلاحیت، استعداد، ذوق اور محنت و کاوش کے مطابق ان سے مستفید ہونے کا مساوی حق حاصل ہے۔ خلافت کے منصب پر بحیثیت انسان سب کو فائز کیا گیا ہے اس لئے اس کا اعزاز بھی سب کیلئے ہے اور حقوق و اختیارات بھی سب کیلئے۔ لہذہ تقسیم دولت کا ہر ایسا نظام باطل ہے جو کچھ لوگوں کو بغیر کسی استحقاق کے سر بلند کردے اور کچھ لوگوں کو ضروریات زندگی سے بھی محروم کردے۔ جیسا کہ دور حاضر کے مادی نظاموں کا وطیرہ ہے اس کے برعکس اسلام حق معیشت میں مساوات، ہمہ گیر عدل و انصاف اور تمام

لوگوں کی انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود کا علمبردار ہے۔ جو ساری مخلوق کو ایک بڑے خاندان اور کنبے کی حیثیت دے دیتا ہے جس کے افراد باہمی اخوت، محبت، ہمدردی اور ایثار کے جذبوں سے سرشار ہوں جو ہر طرح کی معاشی و سماجی تفریق سے بالاتر ہو کر ایک دوسرے سے اچھا معاملہ اور برتاؤ کریں۔ ارشاد نبوی ہے۔

الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله(۱۰)

"ساری مخلوق اللہ کی عیال ہیں اور اللہ کو اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے اسکی عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا"

خلافت کا تصور ملکیت پر انسان کے حقوق و اختیارات کو محدود و مقید کر دیتا ہے۔ اور اسکے من مانے تصرفات کی راہ میں حائل ہوجاتا ہے۔ یہ اسے مختار کل ہونے کے زعم باطل سے نکال کر مالک حقیقی کے سامنے جوابدہ قرار دیتا ہے ارشاد نبوی ہے۔

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته(۱۱)

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

ایک مرتبہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ ابن التیہانؓ کے نخلستان میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے کھجوروں کا ایک پورا خوشہ لا کر سامنے رکھدیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خود کیوں نہ کھجوریں توڑ لائے انہوں نے عرض کیا میں یہ چاہتا تھا کہ آپ حضرات خود چھانٹ چھانٹ کر کھجوریں تناول فرمائیں۔ چنانچہ سب نے کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پیا، فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں قیامت کے روز جوابدہی کرنی ہوگی یہ ٹھنڈا سایہ، یہ ٹھنڈی کھجوریں، یہ ٹھنڈا پانی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی(۱۲)

ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم(۱۳)

"پھر اس روز ضرور تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی"

جوابدہی کا یہ تصور لوگوں کے انفرادی حقوق و مفادات کا بھی تحفظ کرتا ہے اور پورے معاشی نظام کو بھی صحیح خطوط پر استوار رکھتا ہے۔ اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اصل مالک نے اپنے نائبین کو ملکیت پر جو اختیارات اور معاش کی جو آزادیاں دی ہیں۔ انہیں برقرار رکھا جائے۔ نہ تو انہیں عملاً معطل کیا جائے اور نہ ہی ان پر ناروا قدغنیں لگائی جائیں۔

آخری بات یہ ہے کہ خلافت ایک بہت بھاری اور گراں بار ذمہ داری ہے۔ اس کا بوجھ اسقدر زیادہ ہے کہ

آسمان، زمین اور پہاڑ تک اسے دیکھ کر کانپ اٹھے اور اسے سنبھالنے سے معذوری ظاہر کردی اور عافیت اسی میں سمجھی کہ اطاعت و معصیت اور فکر و عمل کی آزادی اور تمام اشیاء کی تسخیر اور ان پر بالادستی حاصل کرنے کے مقابلے میں بے اختیار خادم بن کر رہیں تاکہ کڑی آزمائش، جوابدہی اور سخت سزا سے بچ سکیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان. انه کان ظلوما جهولا(۱۴)

"ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے"

انسان نے اتنی بڑی اور بھاری امانت و ذمہ داری کو برضا و رغبت اپنے ذمے لیکر خود کو انتہائی نازک مقام پر لاکھڑا کیا ہے۔ اب اس کے تقاضوں کو پورا کرکے عزت و کامیابی کے بام عروج تک بھی پہنچ سکتا ہے اور انہیں نظر انداز کرکے ذلت و ناکامی کی عمیق پستیوں میں بھی گر سکتا ہے۔ اس کا ایک ظلم و جہل تو یہ تھا کہ محدود علم، ادراک، شعور، عقل اور طاقت کے باوجود اس نے یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی، مگر اس سے بڑھکر ظلم و جہل یہ ہوگا کہ وہ اس امتحان گاہ میں غافل اور بے فکر ہو کر زندگی گزارے اور اپنے اعمال و افعال کے انتہائی سنگین نتائج کا ابھی سے احساس نہ کرے۔ جیسا کہ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کا حال ہے۔

خلافت کی اس ذمہ داری کا حق مالک کائنات کو محض مان لینے یا اسکی تسبیح و تقدیس کرنے سے ادا نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ یہ بھی اس کا ابتدائی تقاضا ہے، مگر یہ کام تو فرشتے کہیں بہتر انداز میں سرانجام دے رہے تھے اور اب بھی دے رہے ہیں، اس کیلئے انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر خلیفہ کا کام بھی یہیں تک محدود ہوتا تو فرشتے اس منصب کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔ یہی بات اس وقت فرشتوں کے بھی ذھن میں آئی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں خلیفہ بنانے کی اطلاع دی۔ انہوں نے جواب دیا۔

ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک. قال انی اعلم مالاتعلمون(۱۵)

"آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کیلئے تقدیس تو ہم کرہی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتاہوں جو تم نہیں جانتے"

کتاب وسنت کی تعلیمات کا جائزہ میں تو منصب خلافت کا سب سے بڑا تقاضا ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ انسان اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آزادانہ مرضی سے خدا کی اس دھرتی، اسکے بندوں، اسکی اشیاء اور دیگر تمام

مخلوقات پر صرف اسی کی حاکمیت و فرمانروائی کو قائم کردے۔ وہ مالک کے تمام فرامین و احکامات کو مخلص، اطاعت گزار اور فرمانبردار نائب کی طرح انکی اصل شکل، روح اور مقاصد کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام دائروں میں نافذ کردے۔ اس کیلئے تمام ممکنہ ذرائع وسائل بھی استعمال کرے اور اپنی تمام صلاحیتوں اور توانائیوں کو بھی کھپادے۔ اسکی عملی صورت اقامت دین ہے۔ تمام انبیاء کرام کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحا والذی اوحیناالیک وماوصینابہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیمو الدین ولاتتفرقوا فیہ(۱۶)

"اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا، جسے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کردو اور اس میں متفرق نہ ہوجاؤ"

اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں ذمہ داری اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی۔ انہیں مکمل دین دے کر اس دنیا میں بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی دائروں میں خلافت کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے تحریک برپا کی اور اجتماعی دائروں میں ان کی بجا آوری کیلئے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اور ایک ایسا نظام خلافت قائم فرماگئے جو خلافت اصلی کے فرائض کی کماحقہ بجا آوری کا ایک عملی نمونہ تھا، جس سے اسکے مقاصد، طریق کار اور حدود وقیود کا مکمل نقشہ اور واضح تعین ملتا ہے۔

اب یہ ذمہ داری قیامت تک کیلئے امت مسلمہ کے سپرد ہے کہ وہ پورے عالم انسانیت کی ہدایت واصلاح کیلئے تگ و دو کرے، انہیں ان کا صحیح مقام یاد دلائے۔ اور ان کیلئے مالک حقیقی کے احکام و فرامین کے مطابق زندگی گزارنے کا انتظام کرے اسی لئے اسے امت وسط کا اعزاز بھی بخشا گیا ہے اور "شہداء علی الناس" کا فرض بھی سونپا گیا ہے۔

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا(۱۷)

"اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"

یہ فرض اسے اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات واختیارات کے ساتھ، شعوری طور پر خالق ومالک مانتی ہے۔ اور بطور خلیفہ انسان کی صحیح حیثیت اور اس منصب کی نوعیت و تقاضوں سے پوری طرح باخبر ہے اور

اس کے پاس دین مکمل اور صحیح حالت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و عملی تعبیرات کے ساتھ موجود ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ(۱۸)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسان کی ہدایت و اصلاح کیلئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

خلافت کا یہ تصور انسان کی سوچ اور نقطہ نظر میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کردیتا ہے وہ اپنے مقصد وجود کا ادراک چھوٹے، پست اور عارضی، مادی اغراض و مقاصد سے ماورا ہو کر ایک معزز اور ذمہ دار فرد بن جاتا ہے اسکی کسی سے اتفاق اور اختلافات کی سطحیں اور معیارات بدل جاتے ہیں وہ معاشی و سماجی اعتبار سے جتنا بڑے مقام و مرتبے تک پہنچتا ہے، اتنا زیادہ اسکے اندر احساس ذمہ داری، تقویٰ اور خوف آخرت پیدا ہوتا ہے۔ وہ مزدور، کسان اور ادنیٰ سا ملازم ہو یا دولتمند، صنعتکار اور مقتدر و حاکم، امانت و دیانت اس کا شعار ہوتا ہے اور عدل و احسان اسکی روش۔ اسکی ہر حیثیت سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے، انکے جائز حقوق و مفادات کو تحفظ ملتا ہے اور انکے مسائل و مشکلات کا ازالہ ہوتا ہے۔

تصور خلافت ہمہ گیر مساوات انسانی کا سنگ میل ہے۔ اس سے ہر طرح کے طبقاتی حقوق و امتیازات کی بنیادیں مسمار ہوجاتی ہیں اور اولاد آدم کی آزادی و ترقی کی راہ میں ابلیس کے ایجنٹوں کی حائل کردہ رکاوٹیں ہٹ جاتی ہیں اور ہر طرح کی ناانصافیوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

تصور خلافت انسان کی خودمختاری اور معاشیات کی بے قیدی و بے لگامی کی نفی کرتا ہے اور تمام مادی اشیاء سے اسکے تعلق کی نوعیت کو واضح کرکے اموال ملکیت پر اسکے حقوق واختیارات کو محدود و مقید کردیتا ہے۔ اسکی نجی ملکیت پر دیگر افراد اور پورے معاشرے کے حقوق کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور اخلاقی۔ سماجی اور معاشی مصالح عامہ کا بھی تحفظ کرتا ہے۔

تصور خلافت انسان کو مالک حقیقی کے سامنے بھی جوابدہ قرار دیتا ہے اور قانون، عوام اور ضمیر کے سامنے بھی اسطرح معاشی معاملات میں اسکی من مانی کاروائیوں، زیادتیوں اور حرام خوریوں کا ایک موثر عملی علاج کردیتا ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ اسلام کا تصور خلافت اور اسکے تقاضوں کو کرہ ارض پر عملی طور پر پورا کرنے کیلئے عالمگیر امت کا تقرر۔ عالمی معاشی نظام کو ہر قسم کے جبر و استبداد اور ظلم و استحصال سے پاک کردینے کی ایک اہم تدبیر

ہے۔ اسکی روشنی میں پسماندہ اور مجبور و مظلوم افراد و اقوام کے حقوق کی بازیابی کیلئے منظم آواز اٹھانا اور موثر حکمت عملی تیار کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ کاش امت مسلمہ بیدار ہوجائے۔

مراجع و حواشی

(۱) راغب اصفہانی المفردات ۱۵۶۔ مطبعہ المیمنیہ مصر

(۲) سورۃ الانعام: ۱۶۵/۶

(۳) ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن: ۶۰۶/۱ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

(۴) سورۃ البقرہ: ۳۰/۲

(۵) سورۃ بنی اسرائیل: ۷۰/۱۷

(۶) سورۃ الانبیاء: ۱۰/۲۱

(۷) سورۃ البقرۃ: ۳۱/۲

(۸) سورۃ الجاثیہ: ۱۳/۴۵

(۹) سورۃ الحدید: ۷/۵۷

(۱۰) مشکوٰۃ المصابیح: ۶۱۳/۲ "باب الشفعة والرحمة على الخلق" المكتبة الاسلامی مصر

(۱۱) بخاری: ۲۹۹/۳، کتاب العتق۔ ادارہ الطباعہ دمشق

(۱۲) بحوالہ تفہیم القرآن: ۴۴۴/۶

(۱۳) سورۃ التکاثر: ۸/۱۰۲

(۱۴) سورۃ الاحزاب: ۷۲/۳۳

(۱۵) سورۃ البقرۃ: ۳۰/۲

(۱۶) سورۃ الشوریٰ: ۱۳/۴۲

(۱۷) سورۃ آل عمران: ۱۱۰/۳

(۱۸) سورۃ آل عمران: ۱۱۰/۳